امام سفیان ثوری کوفی رحمۃ اللہ علیہ

۹۷ھ ——— ۱۶۱ھ

(از مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب صدر مدرس تقویۃ الاسلام لاہور)

(۳)

فقراء اور مساکین سے محبت | جس قدر آپ کو ملوک و سلاطین سے نفرت تھی اس سے کہیں زیادہ غرباء و مساکین سے محبت تھی۔ آپ ان کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے اور ان کی لغزشوں سے درگذر کرتے تھے۔ فرماتے ہیں نماز پڑھتے وقت جب کوئی غریب میرے آگے سے گذرتا ہے تو میں خاموش رہتا ہوں لیکن جب کوئی لباس فاخرہ زیب تن کیے اٹھلاتا ہوا آتا ہے تو میں اسے کبھی اپنے آگے سے گذرنے نہیں دیتا[۱]۔ یحییٰ بن یمان کا قول ہے۔

ما رایت الفقیر فی مجلس قط کان اعز منہ فی مجلس سفیان ولا رایت الغنی فی مجلس کان اذل منہ فی مجلس سفیان[۲]

جس قدر فقراء و مساکین کو امام ثوری کی مجلس میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا کسی دوسری جگہ میں نے ایسا نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی آپ کی مجلس سے بڑھ کر سرمایہ داروں کو کسی دوسری جگہ بے وقعت پایا۔

یہی یحییٰ کہتے ہیں۔ میں نے اکثر آپ کو دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں سر پر کپڑا اڑاہے ہوئے غلاموں اور لونڈیوں کے جنازہ میں شرکت کے لیے تیز تیز قدم اٹھا کر جاتے ہوئے دیکھا ہے[۳]۔

عبادت | آپ کو عبادت اور تلاوت قرآن سے بڑا شغف تھا۔ خصوصاً رات کی عبادت سے بے حد محبت تھی۔ فرمایا کرتے تھے میں رات کی آمد سے بڑی خوشی محسوس کرتا ہوں اور دن چڑھنے پر میری طبیعت افسردہ ہو جاتی ہے[۴]۔ رات بھر کھڑے کھڑے نماز میں قرآن حکیم کی تلاوت میں مصروف رہتے تھے دن کے وقت زمین پر لیٹ کر دیوار کے سہارے پاؤں اوپر کو اٹھاتے تاکہ طویل قیام کی وجہ سے جو خون پاؤں میں اتر آیا ہے اپنی اپنی جگہ چلا جائے[۵]۔ آپ نے اپنے ذمہ ہر روز رات کے وقت قرآن حکیم کی تلاوت اور حدیث شریف کا مطالعہ لازم کر رکھا تھا۔ پہلے قرآن پاک کی تلاوت فرماتے

---

[۱] تذکرہ ص۲۰۴ [۲] ایضاً ص۲۰۱ [۳] ایضاً ص۲۰۲ [۴] ایضاً ص۹۵ [۵] ایضاً ص۹۵

پھر بستر پر بیٹھ کر حدیث کے مطالعے میں مصروف ہو جاتے تھے۔[۱] ایک دفعہ شہر صنعا میں اپنے شاگرد رشید امام عبدالرزاق کے مہمان ہوئے تو انہوں نے پُر تکلف کھانا کھلایا۔ پھر طائف کے انگوروں سے تواضع کی۔ جب فارغ ہوئے تو فرمانے لگے اے عبدالرزاق! گدھے کو چارا ڈالا ہے تو اب اس سے خوب کام لو، یہ کہہ کر نماز شروع کر دی اور ساری رات اسی شغل میں گذار دی۔[۲] ایسے ہی ایک دفعہ آپ مکہ معظمہ میں کسی کے مہمان ہوئے تو میزبان نے پُر تکلف کھانا، کھجوریں اور کیلے حاضر کئے آپ نے سب چیزیں پیٹ بھر کر کھائیں۔ پھر کہنے لگے مثل مشہور ہے گدھے کو کھلاؤ پھر اس سے خوب کام لو۔ یہ کہہ کر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور صبح تک نماز میں مشغول رہے۔[۳] بیماری کی حالت میں بھی نماز باجماعت کا التزام فرماتے تھے ابو خالد کہتے ہیں میں نے ایک روز دیکھا کہ آپ اُون کی چادر اوڑھے ہوئے گدھے پر سوار جا رہے ہیں میں نے ان کے ساتھی سے پوچھا آج آپ گدھے پر کیوں سوار ہیں؟ بولا بخار میں مبتلا ہیں جمعہ ترک کرنا مناسب نہیں سمجھا اس لئے ہمسایہ سے گدھا مانگا ہے اور سوار ہو کر جمعہ کے لئے جا رہے ہیں۔[۴] نماز، عبادت اور شب خیزی کا یہ ذوق و شوق آپ کی ذات تک ہی محدود نہ تھا بلکہ اپنے تلامذہ اور متعلقین میں بھی یہ ذوق پیدا کرنے کی پوری پوری سعی فرماتے تھے۔ محمد بن یوسف کہتے ہیں آپ ہمیں رات کے وقت جگا دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے نوجوانو! جوانی میں نماز پڑھنے کی عادت ڈالو۔[۵] ایک دفعہ اپنے کسی شاگرد کو صبح کی اذان کے بعد وضو کرتے دیکھا تو فرمایا اب اس وقت وضو کر رہے ہو۔ میں تم سے کبھی کلام نہیں کروں گا۔[۶]

خشیت الٰہی آپ بڑے نرم طبیعت تھے خشیت الٰہی آپ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ شروع رات تھوڑی دیر سو لیتے، پھر بے قراری کے عالم میں "آگ آگ" کہتے ہوئے اُٹھ بیٹھتے۔ اور فرماتے آگ کی یاد نے مجھے دنیا کی لذت اور میٹھی نیند سے محروم کر دیا ہے۔ اس کے بعد وضو کرتے اور کہتے خدایا! تو بن بتائے میری حاجت کو جانتا ہے۔ میرا صرف یہی سوال ہے کہ میری جان آگ سے نجات پا جائے الٰہی! گھبراہٹ اور پریشانی نے میری نیند اچاٹ کر دی ہے اور یہ تیرا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے الٰہی! اگر رہبانیت اور بادیہ نشینی کی اجازت ہوتی تو میں لوگوں میں ایک لمحہ تک رہنا پسند نہ کرتا۔ پھر نماز شروع کر دیتے اور اس میں اس قدر روتے کہ آپ کے لئے قرآن پاک کا پڑھنا دشوار ہو جاتا۔ آپ کے تلمیذ رشید امام عبدالرحمان بن مہدی کا بیان ہے کہ

۱؎ تقدمہ ص۱۱۱ ۲؎ تاریخ بغداد ج۹ ص۱۵۸ ۳؎ تقدمہ ص۹۶ ۴؎ ایضاً ص۱۰۲ ۵؎ ایضاً ص۹۶ ۶؎ ایضاً ص۱۱۱

کثرتِ گریہ کی وجہ سے میں آپ کی قرأت نہیں سن سکتا تھا اور نہ رعب اور حیا کی وجہ سے آپ کی طرف دیکھنے کی جرأت کر سکتا تھا۔[1]

فرمایا کرتے تھے میرے دل میں اس قدر خوفِ خدا سمایا ہوا ہے کہ میں حیران ہوں کہ اس کے ہوتے ہوئے میری موت کیوں واقع نہیں ہو جاتی لیکن ابھی میری عمر کچھ باقی ہے جو بہر حال میں نے پوری کرنی ہے واللہ! میرے دل میں خدا تعالیٰ کا اتنا ڈر ہے جس سے مجھے خطرہ ہے کہ میری عقل ضائع ہو جائے گی۔[2]

ایک دن دوپہر کے وقت قبل زوال نماز پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ تو آپ پر اس قدر خوف طاری ہوا کہ آپ کے اوسان خطا ہو گئے اور اسی وارفتگی کے عالم میں باہر بھاگ گئے۔ لوگ پیچھے دوڑے اور شہر سے دور الحمرا نامی جگہ سے آپ کو واپس لائے۔[3]

آپ کے بھانجے علی بن حمزہ کا بیان ہے میں آپ کا قارورہ ایک عیسائی طبیب دیرانی کے پاس لے گیا۔ وہ دیکھ کر بولا یہ کسی مسلمان کا قارورہ نہیں ہو سکتا یہ راہب کا قارورہ ہے میں نے کہا کیوں نہیں؟ خدا کی قسم! یہ مسلمانوں میں ایک بہت بڑے فاضل اور آدمی کا قارورہ ہے کہنے لگا میں اس مریض کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں گا چنانچہ وہ میرے ساتھ ہو لیا حالانکہ وہ اس سے پہلے اپنے دیر سے کبھی باہر نہیں نکلا تھا میں نے اندر جا کر امام صاحب سے کہا حکیم صاحب آپ کو دیکھنے کے لئے آئے ہیں۔ فرمانے لگے انہیں اندر لے آیئے۔ حکیم صاحب نے آکر کچھ دیر آپ کے پیٹ کو دبایا، نبض دیکھی اور باہر چلے آئے۔ میں نے پوچھا کیا معلوم ہوا؟ بولے میں نہیں سمجھتا تھا کہ مسلمانوں میں بھی کوئی ایسا آدمی موجود ہو گا۔ اس مریض کے جگر کو خوفِ خدا اور حزن و ملال نے پارہ پارہ کر دیا ہے۔ اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔[4]

موت کی یاد موت کو ہر وقت یاد رکھتے۔ اور اس سے کبھی غفلت نہیں کرتے تھے آپ کے پاس بیٹھنے والوں کا بیان ہے کہ جب ہم ان کی مجلس میں حاضر ہوتے تو دل موت کی یاد سے لبریز ہو جاتے تھے۔ ہم نے ان سے بڑھ کر کوئی شخص موت کو یاد کرنے والا نہیں دیکھا۔[5] موت کی یاد آتی تو آپ کی طبیعت کئی روز تک پریشان رہتی۔ روزمرہ کی مصروفیتوں میں فرق آجاتا جب کوئی مسئلہ پوچھتا تو "میں نہیں جانتا"۔ "میں

---

[1] صفۃ الصفوۃ ص ۸۵ ج ۴ [2] الیضاً ص ۸۳ [3] الیضاً ص ۸۴ [4] الیضاً ص ۸۵ و تقدمہ ص ۹۲ [5] تاریخ بغداد ص ۱۵۷ ج ۹

نہیں جانتا" کہہ کر اس کو جواب دینے سے گریز کرتے[1]

اکثر فرماتے دن گذر رہا ہے اور ہم بے کار بیٹھے ہیں۔ پھر خلوت میں چلے جاتے اور سارا سارا دن باہر نہ نکلتے[2] ایک دفعہ دہیب سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگے اے ابو محمد! موت کو پسند کرتے ہو؟ بولے میں تو جینا پسند کرتا ہوں شاید توبہ کی توفیق نصیب ہو۔ پھر انہوں نے پوچھا اے ابو عبداللہ! آپ مرنا پسند کرتے ہیں؟ کعبہ کے سامنے بیٹھے تھے فرمانے لگے۔ ربِ کعبہ کی قسم! میں چاہتا ہوں مجھے ابھی موت آ جائے۔ بڑی بڑی مصیبتیں سر پر آ گئی ہیں۔ بڑی بڑی مصیبتیں سر پر آ گئی ہیں۔ بڑی بڑی مصیبتیں سر پر آ گئی ہیں[3]۔ حماد بن سلمہ کا بیان ہے جب آپ ہمارے ہاں بصرہ میں مقیم تھے اکثر فرمایا کرتے کاش! میں مر چکا ہوتا کاش! میں آرام پا لیتا کاش! میں قبر میں دفن ہوتا۔ میں نے کہا اے ابو عبداللہ! اللہ تعالےٰ نے آپ کو قرآن حکیم کی دولت سے مالامال کیا ہے علم شریعت سے نوازا ہے پھر یہ بار بار موت کی آرزو کیوں ہے؟ کہنے لگے اے ابو سلمہ! کیا معلوم شاید میں بدعت میں مبتلا ہو جاؤں، کسی حرام کا ارتکاب کر بیٹھوں یا کوئی فتنہ مجھے اپنی لپیٹ میں لے لے اگر موت آ جائے تو ان تمام خطرات سے نجات کی امید کرتا ہوں[4]۔ آپ بڑے نرم دل تھے اکثر رات کو آگ آگ کہہ کر خواب سے بیدار ہو جاتے اور فرماتے "مجھے آگ نے میٹھی نیند اور لذتِ دنیا سے محروم کر دیا ہے[5]۔" آپ کے بھائی مبارک کی نظر بند ہو گئی اس نے آپ کے پاس ایک خط میں گہرے رنج و ملال کا اظہار کیا۔ آپ نے جواب میں لکھا تمہارا خط آیا جس میں تم نے بینائی کے جاتے رہنے پر اپنے رب کی شکایت کی ہے موت کو ہر وقت یاد رکھو اس سے آنکھیں جاتے رہنے کا غم ہلکا ہو جائے گا[6]

فکرِ آخرت: آپ بڑے خاموش طبع اور سکوت پسند تھے بے فائدہ گفتگو اور بے ہودہ قیل و قال سے بہت پرہیز کرتے تھے آپ کی یہ تمام خاموشی معرفتِ الٰہی اور فکرِ آخرت سے تعلق رکھتی تھی۔ جب آخرت کی طرف ذہن منتقل ہو جاتا تو اس قدر بے خودی طاری ہوتی کہ گرد و پیش کی کچھ خبر نہ رہتی۔ ایسا معلوم ہوتا جیسے خدا تعالیٰ کے سامنے حساب دینے کے لئے کھڑے ہیں۔ ایک رات عشا کی نماز کے بعد کسی شاگرد کو پانی کا لوٹا لانے کے لئے کہا شاگرد پانی کا لوٹا بھر لایا جو آپ نے داہنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور بایاں ہاتھ رخسار پر رکھ کر کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے شاگرد جا کر سو رہا۔ صبح کے وقت بیدار ہوا تو آپ کو اسی جگہ لوٹا ہاتھ میں لئے کھڑا پایا۔ دریافت کرنے پر فرمانے لگے جب سے تم پانی کا لوٹا دے کر گئے ہو میں فکرِ آخرت میں مستغرق ہوں اور

---

[1] تقدمہ ص۸۵ [2] ایضاً ص۹۳ [3] ایضاً ص۱۰۲ [4] تاریخ بغداد ص ۱۷۱/۹۷۰ [5] ایضاً ص۱۵۶ [6] تقدمہ ص۱۰

رات گزرنے کا پتہ نہیں چلا[1] عصام کہتے ہیں معرفت الٰہی میں آپ کے استغراق اور محویت کا یہ حال تھا کہ دیکھنے والے کہتے یہ دیوانہ ہیں[2] یوسف بن اسباط کہتے ہیں۔

کان سفیان اذا اخذ فی الفکرۃ یبول الدم[3] — جب آپ فکر آخرت میں محو ہوتے تو پیشاب میں خون آنے لگ جاتا تھا۔

قبیصہ کہتے ہیں ہم نے اکثر دیکھا ہے کہ آپ عصر کے بعد شام تک خاموش رہتے تھے اور کسی قسم کی کلام نہیں کرتے تھے۔ ایک دن میں نے دیکھا مسجد کا دروازہ بند ہے میں سمجھا کہ مسجد خالی ہے اور اندر کوئی نہیں ہے لیکن جب دروازہ کھولا تو مسجد کو کھچاکھچ بھرا ہوا پایا۔ امام صاحب اور دوسرے لوگ چپ چاپ بیٹھے ہیں اور کوئی شخص کلام نہیں کرتا[4]

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ اس سلسلہ میں آپ اتنے متشدد تھے کہ کسی امیر و غریب کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ جابر سے جابر بادشاہ کے سامنے بھی اعلانِ حق سے نہیں جھجکتے تھے۔ چونکہ آپ حرص و طمع سے بری تھے اس لئے بیباک حق گوئی میں آپ بڑے دلیر تھے اور "قوال بالحق" کے لقب سے مشہور تھے۔ امام صاحب کا یہ وہ وصف ہے جو ان کو دوسرے ہم عصروں سے ممتاز کرتا ہے۔ اس معاملہ میں دوستوں کو بھی معاف نہیں کرتے تھے ایک نابینا حافظ صاحب آپ کے دوست تھے اور اکثر آپ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ رمضان میں وہ عراق کے دیہات میں نکل جاتے لوگوں کو تراویح میں قرآن سناتے۔ اور لوگ کپڑے اور نقدی وغیرہ کی صورت میں ان کی خدمت کر دیتے تھے ایک دن امام صاحب فرمانے لگے جب قیامت کے دن حفاظ کو تلاوتِ قرآن کا ثواب ملے گا تو ان جیسوں کو (نابینا حافظ صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہا جائے گا تم دنیا میں اپنا معاوضہ لے چکے ہو۔ حافظ صاحب نے بولے اے ابو عبداللہ! میں آپ کا دوست اور آپ کا ہم نشین ہوں آپ مجھ سے بھی ایسی باتیں کہتے ہیں؟ فرمانے لگے مجھے خطرہ ہے کہ قیامت کے دن مجھے یہ نہ کہا جائے کہ یہ تمہارا دوست تھا تم نے اسے نصیحت کیوں نہ کی[5] یحییٰ بن یمان کہتے ہیں ایک دن آپ مجھے بنو فزارہ کے محلہ میں ملے فرمانے لگے جانتے ہو میں کہاں سے آ رہا ہوں؟ میں نے کہا نہیں بولے میں عطاروں کے بازار سے آ رہا ہوں میں انہیں منع کرنے گیا تھا کہ داذی (ایک قسم کی شراب) کی خرید و فروخت نہ کیا کریں۔ جب میں کوئی ایسی چیز دیکھتا ہوں جس میں امر یا نہی کی ضرورت

[1] تاریخ بغداد ص۱۵۷/۹۶ و صفۃ الصفوۃ ص۸۴/۳ [2] تقدمہ ص۹۱ [3] ایضاً ص۸۹ [4] ایضاً ص۹۸ [5] ایضاً ص۹۹

ہوتی ہے تو جب تک اس فریضہ سے سبکدوش نہیں ہو جاتا مجھے پیشاب میں خون آنے لگ جاتا ہے[ه]۔ ایک شخص نے کہا جدہ میں شاہی مکانات تعمیر ہو رہے ہیں میں وہاں مزدوری کا کام کرتا ہوں۔ آپ بولے کیا اپنی مزدوری وصول کرنے تک تم ان کی زندگی کے خواہش مند نہیں ہو؟ مطلب یہ تھا کہ تمہارے اجرت وصول کرنے تک نہ معلوم کتنے لوگ ان کے ظلم کا شکار ہو جائیں گے اس لئے ایسے جور پیشہ لوگوں کی مزدوری بھی جائز نہیں ہے[ه]۔ فرمایا کرتے تھے جب یہ بادشاہ تمہیں اس لئے بلائیں کہ تم انہیں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ہی پڑھ کر سناؤ تو ان کے پاس مت جاؤ۔ ان کے قرب سے دل خراب ہو جاتے ہیں[ه] اپنے تلمیذ رشید عبداللہ بن مبارک کو لکھا۔ اللہ تعالےٰ نے جو علم آپ کو عطا فرمایا ہے لوگوں میں اس کی خوب نشر و اشاعت کرو۔ اور بادشاہ کے ہاں جانے سے بچتے رہو[ه]۔

اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ آپ سلاطین کے لئے تبلیغ اور حق کی طرف ان کی راہ نمائی کو ناجائز سمجھتے، اور اسی لئے خود بھی ان سے دُور بھاگتے۔ اور دوسروں کو بھی ان کے نزدیک جانے سے منع کرتے تھے۔ بھلا آپ سے بڑھ کر کلمۂ حق عند سلطان جائر کی اہمیت سے زیادہ کون واقف ہو سکتا ہے؟ یا آپ سے بڑھ کر جابر بادشاہوں کے سامنے اعلانِ حق کی کس نے جرأت کی ہے؟ بات دراصل یہ ہے کہ سلاطین وقت علماء کی بات سننے اور ان کا مشورہ قبول کرنے کی بجائے انہیں اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ جو ان کی ہاں میں ہاں ملاتا تھا اور ہر طرح کے ظلم و ستم میں ان کی ہم نوائی کا دم بھرتا تھا اس کی ان کے ہاں بڑی قدر ہوتی تھی۔ اور سرکاری حلقوں میں اسے احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اور جو ان کی بے اعتدالیوں پر تنقید کرتا تھا اور ان کی من مانی کارروائیوں میں ان کا ساتھ دینے میں پہلو تہی سے کام لیتا تھا۔ اسے طرح طرح کے ظلم و عدوان کا تختۂ مشق بنایا جاتا تھا اسی ضمیر فروشی کو امام صاحب اپنے اور دوسروں کے لئے پسند نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ اسے دلوں کے فساد کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ سے کہا جاتا۔ امیرالمومنین کی خواہش ہے کہ آپ ان سے ملیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیں تو آپ جواب دیتے پہلے وہ جو کچھ جانتا ہے اس پر عمل کرے پھر ہم اسے وہ چیز بتائیں گے جو وہ نہیں جانتا۔

ذریعہ معاش:۔ آپ بھی امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام عبداللہ بن مبارک اور دیگر آئمہ دین کی طرح تجارت

سلہ تقدیر ص۱۱۲ سلہ ایضاً ۔ سلہ ایضاً ص۸۹ سلہ ایضاً ص۲۹۳

کرتے تھے دوسو دینار (پانچ سو روپیہ) آپ کا کل سرمایہ تھا جو آپ نے اپنے یمنی دوست و احباب کو کاروبار کے لئے دے رکھا تھا۔ ہر سال حج کے موقعہ پر مکہ معظمہ میں ان سے ملتے۔ اپنے حصے کا نفع لے لیتے۔ اور اسی پر سال بھر بسر اوقات کرتے تھے۔ دین کی حفاظت کے لئے کسبِ حلال سے مال حاصل کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ دینار ہاتھ میں لے کر فرماتے اگر یہ مال نہ ہو تو ہمیں لوگ ناک صاف کرنے کا رومال بنا لیں[1] نیز فرماتے لوگوں کا محتاج ہونے سے مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں اپنے پیچھے دس ہزار دینار چھوڑ جاؤں۔ اور ان کے حساب کے لئے مجھے خدا تعالےٰ کے دربار میں پیش ہونا پڑے۔ پہلے زمانہ میں مال مکروہ سمجھا جاتا تھا اب یہ مومن کے لئے ڈھال ہے جو اسے بادشاہوں اور سرمایہ داروں کا دست نگر ہونے سے محفوظ رکھتا ہے[2]

شادی خانہ آبادی آپ نے دو دفعہ شادی کی پہلی بیوی کے شکم سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو آپ کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا تھا۔ غالباً آپ کی یہ شادی کوفہ کی مشہور عابدہ زاہدہ خاتون ام حسان سے ہوئی تھی یہ خاتون بڑی صالح۔ قناعت پسند اور سیر چشم واقع ہوئی تھیں صلحائے امت ان کی زیارت کو کارِ ثواب اور سرمایۂ عبرت سمجھتے تھے۔ امام عبداللہ بن مبارکؒ کا بیان ہے ایک دن میں اور امام سفیان ثوری ان کی ملاقات کے لئے آئے ان کے گھر میں سوائے پرانے مصلے کے کوئی چیز نظر نہ آئی۔ امام صاحب نے ان سے کہا اگر آپ اپنے چچا زاد بھائیوں کو لکھیں تو وہ آپ کی حالت بہتر بنا دیں اور ضرورت کی ہر چیز آپ کے پاس مہیا کر دیں۔ وہ موصوفہ بولیں اے ابو عبداللہ اب سے پہلے آپ کی قدر میرے دل میں بہت زیادہ تھی اور میں آپ کو بہت اچھا سمجھتی تھی۔ میں دنیا کی کوئی چیز اس سے مانگنا پسند نہیں کرتی جو ہر چیز پر قادر ہے اور کائنات کے ذرہ ذرہ میں اس کا حکم جاری و ساری ہے۔ پھر اس سے کیا مانگوں جسے کوئی قدرت نہیں ہے۔ اور نہ کسی قسم کا اختیار حاصل ہے بخدا! میں یہ ہرگز نہیں چاہتی کہ مجھ پر ایسا وقت آئے جس میں دنیا کی کوئی چیز میری توجہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہٹا کر اپنی جانب پھیر لے۔ اس کی باتوں سے امام سفیان ثوری اس قدر متاثر ہوئے کہ بے اختیار رونے لگے۔ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ آپ نے اس خاتون سے شادی کر لی تھی[3]

دوسری شادی روپوشی کے وقت بصرہ میں ام ابی حذیفہ موسیٰ بن مسعود نہدی سے کی اس سے

---

[1] طبقات کبریٰ للشعرانی ج۱ ص۴۲ [2] ایضاً ص۴۲ [3] صفۃ الصفوۃ ج۳ ص۱۱۶

کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا تو آپ نے اپنی جیسی قانع و صابر بیوی سے شادی کرنا پسند کیا۔ ناز و نعمت اور دولت و ثروت کی فراوانی میں پلی ہوئی عورتیں آپ کے لیئے کبھی باعثِ کشش نہیں ہوئیں۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ کے بھائی نے بصرہ کے ایک ممتاز امیر گھرانہ میں آپ کی شادی کا انتظام کیا۔ مگر پتہ چلنے پر آپ نے انکار کر دیا۔ بھائی نے کہا لڑکی اور اس کے والدین رضا مند ہو چکے ہیں۔ اب آپ کے انکار کرنے سے میری بڑی رسوائی ہوگی۔ بولے مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ بھائی نے کہا اب میں کیا کروں؟ فرمانے لگے جا کر کہہ دیجیے میں شادی نہیں کرنا چاہتا۔ ناچار آپ کے بھائی نے ایسا ہی کیا۔ عورت کو پتہ چلا تو اس نے پوچھا آپ مجھ سے شادی کرنا کیوں پسند نہیں کرتے؟ آپ کے بھائی نے جواب دیا وہ تمہاری امیرانہ زندگی سے متنفر ہیں۔ عورت بولی میں اپنا تمام مال صدقہ کرنے اور ان کے ساتھ فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرنے کے لیئے تیار ہوں۔ اب تو آپ کے بھائی کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ بھاگے بھاگے آئے اور آپ کو یہ مژدہ جانفزا سنایا۔ آپ بولے میں ایسی عورت سے ہرگز شادی نہیں کروں گا۔ شہزادی کی طرح ناز و نعمت میں پلی ہوئی عورت فقیرانہ اور خشک زندگی پر صبر نہیں کر سکتی۔[1]　　　(باقی)

(بقیہ صفحہ ۳۱۸)

(۲۳) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجلس میں کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ خود نہ بیٹھے۔ اس لیئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اول تو مجلس میں اپنی جگہ بنانے کے لیئے کسی کو اٹھاتے نہ تھے اور دوئم اگر کوئی شخص بطورِ خود کھڑا ہو کر احتراماً جگہ بنا دیتا تھا تو آپ اس کو منظور نہ کرتے اور نہ اس کی جگہ پر بیٹھتے[1]

معاشرتی آداب کا اس روایت میں کیسا عمدہ درس ہے۔　　　(باقی)

خیر الکلام فی وجوب قراءۃ الفاتحہ خلف الامام

قراءۃ فاتحہ خلف الامام کی فرضیت کے متعلق تحقیقی کتاب جس میں مولانا سرفراز خاں صاحب کی ادعائی کتاب احسن الکلام کا معقول و مدلل جواب بھی آگیا ہے۔ کتابت طباعت اعلیٰ مجلد مع گرد پوش قیمت صرف -/۶/- روپے

المکتبۃ السلفیۃ۔ شیش محل روڈ۔ لاہور

---

[1] تقدمۃ الجرح والتعدیل ص۹۰